سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ع ۹۱

حسین ابنِ علیؑ کی عباداتِ الٰہی

(دوسرا ایڈیشن)

از

مولانا پروفیسر سیّد قمر الزماں صاحب اعلی اللہ مقامہ

قیمت ۱۲ پیسے

امامیہ مشن پاکستان

کے سلسلہ اشاعت کا ایک اور انمول کتابچہ "حسینؑ ابن علی کی عبادت الٰہی" کا دوسرا ایڈیشن آپ کے زیر مطالعہ ہے۔ جو مولانا پروفیسر سید قمر الزماں صاحب اعلی اللہ مقامہ کی اس تقریر پر مشتمل ہے جو مرحوم نے بسلسلہ محرم ریڈیو پاکستان لاہور سے ۱۴ر جولائی ۱۹۵۹ء کو نشر فرمائی تھی۔ پہلا ایڈیشن جولائی ۱۹۶۰ء میں شائع کیا گیا تھا۔

مولانا مرحوم مشن کے ہمدرد خصوصی تھے۔ آپ نے چار پانچ سال مسلسل ہر جمعہ کو مبلغین مشن کی میٹنگ میں بلا معاوضہ تشریف لاکر مبلغین کو اپنے علم سے فیض یاب ہونے کا موقع دیا۔ اسے ہماری بدقسمتی ہی کہا جا سکتا ہے کہ ایسے مخلص عالم باعمل کا ساتھ بہت جلد چھوٹ گیا۔ اور ہم ان کے فیوضات سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔

اس تقریر کو مولانا مرحوم کی روح پر فتوح کے ایصال ثواب کے لئے بشکریہ ریڈیو پاکستان شائع کیا جا رہا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ مرحوم کے درجات میں اضافہ فرمائے۔

قارئین کرام سے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کیلئے التماس کیا جاتا ہے۔ والسلام

جنوری ۱۹۶۱ء

جنرل سیکریٹری امامیہ مشن پاکستان

اردو بازار۔ لاہور ۲

حسینؑ ابنِ علیؑ کی عبادتِ الٰہی

انسان جس ماحول میں پرورش پاتا ہے فطری طور پر اس کے تھوڑے بہت اثرات کا حامل ضرور ہوتا ہے۔ اگر ماحول اچھا ہے تو اس پر اچھے اثرات ہوں گے۔ اور اگر ماحول بُرا ہے تو اس پر بُرے اثرات ہوں گے۔ کیونکہ اس میں ہر رنگ کے قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ کمالات کی بے پناہ صلاحیتوں کا مرکز ہونے کی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا (جو گھرانے چست و چالاک ہوتے ہیں ان میں پرورش پانے والے بچّے عموماً ہوشیار اور چُست ہوتے ہیں۔ جن خاندانوں میں علم کا تذکرہ رہتا ہے ان کے بچّے اہلِ علم ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس ایک چور کی گود میں پلنے والا بچہ چوری نہ کرے لیکن ہیرا پھیری ضرور کرے گا) ماحول کے ابتدائی اثرات آخری عمر تک ساتھ دیتے ہیں۔ غرض یہ بات مسلّم ہے کہ انسان پر خاندانی ماحول اثر انداز ہوتے ہیں اس لئے حسینؑ ابن علیؑ کی عبادتِ الٰہی کا ثبوت کسی منطقی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ کیونکہ امام حسین علیہ السلام ایسے گھرانے میں پلے تھے جس میں کامل عبادتِ الٰہی کا ماحول تھا۔ جس گھر کے در و دیوار سے زہد و تقدس نمایاں تھے۔ جس خاندان کی زندگی کا اوّلین مقصد

رضائے الٰہی کا حصول تھا۔ پیغمبرِ اسلامؐ جیسے نانا جو اوّلِ عابدین اور اوّل المسلمین تھے حضور تمام رات عبادتِ الٰہی میں بسر کرتے اور تمام دن عبادت کے علاوہ دعوتِ تبلیغ فرماتے۔ کوئی وقت سکون و راحت کا نہ تھا۔ دن کو تبلیغ اور شب کو عبادت کرتے کرتے پیروں پر ورم آگیا۔ صحابہ کرامؓ چاہتے تھے کہ کوئی وقت آرام کا ملے لیکن حضورؐ کا ذوقِ عبادت بڑھتا گیا۔ آخر قدرت نے فرمایا "طٰہٰ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ" "اے طیّب و طاہر رسولؐ ہم نے قرآن تم پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم تکلیفوں میں مبتلا ہو جاؤ"۔ امام حسین علیہ السلام آپ ہی کی گود میں پلے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت علیؑ جیسے عابد و زاہد باپ اور سیدہؑ جیسی عابدہ و ساجدہ ماں کی تربیت تھی۔ حضرت علی علیہ السلام کی عبادتِ الٰہی کے اوصاف کون بیان کر سکتا ہے۔ زمانہ خلافت میں بھی جب کہ ہزاروں سیاسی الجھنیں تھیں آپ کی عبادت میں کمی نہ آئی۔ دن بھر روزہ رکھنا اور رات بھر عبادتِ الٰہی میں مصروف رہنا آپ کا مقررہ وظیفہ تھا۔ اسی طرح آپ کی مادرِ گرامی جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی عبادتِ الٰہی مشہور ہے۔ آپ گھر کا تمام کام خود انجام دیتیں۔ اور تین تین دن کے فاقوں کے باوجود شب بھر عبادت کرتیں۔ آپ کا کردار دنیا کی تمام عورتوں کے لئے نمونۂ عمل ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے اس کامل عبادت کے ماحول میں پرورش پائی تھی۔ اسی بنا پر ان دیگر اخلاقِ حسنہ کے علاوہ جو قدرت کی طرف سے آپ کو سپرد ہوئے تھے ذوقِ عبادت آپ کا مخصوص اور ممتاز جوہر تھا۔ عموماً بچوں کا ابتدائی دور کھیل کود میں گزرتا ہے۔ لیکن آپ کا

ابتدائی وقت اشرف الانبیاءؐ کی مقدس صحبت میں گزرا جب پیغمبرِ اسلامؐ شب کو نمازِ تہجد کے لئے قیام فرماتے تو امام حسینؑ صغر سنی کے باوجود آپ کی معیت میں مصروفِ نماز ہوتے یہ سلسلہ تا حیات رسالت مآبؐ جاری رہا۔ امام حسینؑ کی عبادتِ الٰہی کا ذکر اکثر مؤرخین نے کیا ہے۔ بقولِ علامہ طبرانی جیسا کہ کتاب المعجم میں مذکور ہوا ہے، آپ نے پچیس حج پیدل کئے۔ جبکہ عمدہ نسل کے گھوڑے آپ کی سواری میں تھے۔ اگر آپ چاہتے تو سفر کی صعوبتوں کو کم کرنے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر حج کے مرحلے طے فرماتے تاکہ عبادت کے ساتھ ساتھ مادی تکلیف میں تخفیف رہے لیکن شوق تھا کہ زیادہ سے زیادہ رضائے الٰہی حاصل ہو اس لئے مالکِ حقیقی کی خوشی حاصل کرنے کے لئے اپنی تکلیف میں اضافہ کیا۔ صحیح عبادت کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان اپنے جذبات پر قابو رکھتا ہو۔ پیادہ پا حج کرنا اس امر کا آئینہ دار ہے کہ آپ جذبات پر پورا پورا قابو رکھتے تھے۔ ورنہ آرام و راحت کے اسباب ہوتے ہوئے کون انسان مصیبت برداشت کرتا ہے۔ اتفاقاً ایک دو دفعہ ایسا نہیں ہوا بلکہ پچیس مرتبہ پیدل حج کئے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ کی عبادت فطری ذوق اور تربیتی ماحول کا نتیجہ تھی۔ حقوق اللہ کے علاوہ حقوق الناس کا بھی خیال رکھتے تھے۔ لیکن کوئی سائل آپ کے در سے ناامید نہیں لوٹا۔ ہمیشہ یتیموں کی سرپرستی، غریبوں اور محتاجوں کی امداد، مسافر کی اعانت فرماتے رہے۔ اس طرح آپ نے عبادتِ الٰہی کے دو

شعبوں کی تکمیل فرمائی۔

آپ کے ایک صاحب زادے علیؑ ابن حسینؑ تھے۔ جن کا لقب زین العابدین اور سیّد الساجدین تھا۔ یعنی عبادت کرنے والوں کی زینت اور سجدہ کرنے والوں کے سردار۔ کثرتِ عبادت کی وجہ سے یہ لقب ہوئے تھے۔ جب امام زین العابدینؑ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے والد بزرگوار کس قدر عبادت کرتے تھے تو آپ نے جواب دیا کہ میرے والد ہر شب کو ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ رات کے کسی حصہ میں بھی آرام نہیں فرماتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ شوقِ عبادت نے ہر تکلیف کو آرام سے بدل دیا تھا۔ اس لئے آپ کو ذکرِ الٰہی میں ہی اطمینان و سکون ہوتا تھا۔ بقول حکیم بوعلی سینا، درد اور تکلیف مخالف طبیعت کے احساس کو کہتے ہیں۔ اور آرام و راحت موافق طبیعت کے احساس کو۔ عبادتِ الٰہی موافق طبیعت تھی اس لئے آرام و راحت کا محسوس ہونا آپ کے لئے ایک طبعی اور فطری امر تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ آپ نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد یہ دعا مانگی۔

• "اے رب! تو ہی اپنے غلام کا مولیٰ ہے۔ پس اس بندہ پر رحم فرما۔ جس کی پناہ گاہ تیری ذات ہے

اس کا کیا کہنا جس کا تو آقا ہے۔ اور اس کا کیا کہنا، جو اپنے گناہوں پر نادم ہو۔ اور تیری یاد میں جاگتا رہے اور اپنے خدا سے مصیبت کی شکایت کرتا رہے۔ نہ اسے کوئی تکلیف ہے نہ کوئی بیماری ہے اس کو اپنے آقا سے زیادہ محبّت ہے۔ جب وہ بندہ غم کی شکایت کرے تو اللہ لبّیک کہے۔ اور جب رات کی تاریکی میں گریہ و زاری کرے تو خدا اس کا اکرام کرے اور اپنا قرب عطا فرمائے"

دعا کے ان الفاظ سے جن کا میں نے ترجمہ کیا آپ کی بے پناہ خلوصیّت۔ محبّت الٰہی اور شوقِ عبادت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یوں تو آپ کی تمام عمر عبادت و ذکرِ الٰہی میں گزری۔ لیکن کربلا کے چٹیل میدان میں آپ نے جو عبادتِ الٰہی کی اس کی نظیر دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ عیش و عشرت اور خوشی و راحت کے وقت انسان عموماً عبادت کرتا ہے اور اس ذات کا شکر گزار ہوتا ہے جس نے طرح طرح کی نعمتوں سے اس کو سرفراز فرمایا۔ ارادۃً اور بے ارادہ اپنے محسن کی حمد وثنا زبان پر جاری ہو جاتی ہے۔ لیکن جب بھوک سے لبوں پر دم ہو اور پیاس سے زبان سوکھ گئی ہو۔ عزیزوں اور دوستوں کے لاشے خاک و خون میں آلودہ سامنے پڑے ہوں۔ اہلِ بیت

کی بے پردگی اور تکلیف کا تصور ہو۔ موت اپنے خونخوار پنجے دکھا رہی ہو۔ غرض ہر مصیبت اپنی مہیب شکل میں سامنے آجائے۔ اس وقت سکون و اطمینان کے ساتھ عبادت کرنا صرف حسینؑ ابنِ علیؑ کا کام تھا۔ آپ کے شوقِ عبادت کی انتہا یہ تھی کہ ہر قسم کی مصیبت پر مسکراتے ہوئے ۹، محرم کو ایک شب کی مہلت صرف عبادت کے لئے مانگی ورنہ درحقیقت جنگ نویں محرم کو چھڑ جاتی۔

جب آپ نے دشمنوں کی فوج کا رُخ اپنی طرف دیکھا تو اپنے وفادار بھائی جناب عباس علیہ السلام کو حکم دیا کہ دریافت حال کریں۔ جناب عباسؑ نے ابن سعد سے دریافت کیا کہ تم لوگوں کا کیا ارادہ ہے؟ ابنِ سعد نے جس کے ہاتھ میں تمام فوج کی کمان تھی جواب دیا۔ کہ ہم حسینؑ ابن علیؑ سے بیعت لیں گے اور اگر بیعت نہ کی تو آپ کا سر قلم کر کے یزید کے پاس بھیج دیں گے۔ حضرت عباس نے فرمایا کہ آپ کسی صورت میں بھی یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ پھر تمام صورتِ حال بھائی کی خدمت میں بیان کی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب دیکھا کہ بالآخر جنگ ہو گی تو آپ نے فرمایا کہ تم ابنِ سعد سے کہو کہ وہ ہمیں ایک شبؑ کی مہلت دے۔ تاکہ ہم جی بھر کے عبادتِ الٰہی کریں۔

آپ کی اس آرزو سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام عمر عبادت کرنے کے باوجود شوقِ ذکرِ الٰہی پورا نہ ہوا۔ بلکہ جذبۂ اطاعت بڑھتا گیا۔ آخری وقت یہ ہی تمنا تھی کہ کسی طرح عبادت کا اور موقع ملے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے انسان دنیا میں بار بار پیدا نہیں ہوتے۔ حضرت عباسؑ کے فرمانے پر ابنِ سعد نے کسی قدر پس وپیش کے بعد ایک شب کی مہلت دی۔ آپ نے امام حسین علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر ایک شب کی مہلت ملنے کی اطلاع دی۔

امام عالی مقام کے چہرے پر مسرّت کے آثار نمودار ہو گئے اس لیئے نہیں کہ زندگی میں چند گھنٹوں کا اضافہ ہو گیا، یا اعزّہ واقربا سے بات چیت کی فرصت ملی۔ یا سانسوں کی آمد و رفت میں کشادگی ہوئی۔ بلکہ خوشی صرف اس لیئے تھی کہ عبادتِ الٰہی کا ایک اور موقع مل گیا۔ اس میں شک نہیں کہ پریشانیوں کے ہجوم اور غموں کی بہتات میں انسان کے ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں۔ اس وقت نہ کانوں سے کوئی آواز سنائی دیتی ہے۔ اور نہ آنکھوں سے کوئی چیز نظر آتی ہے۔ دنیا اندھیر ہوتی ہے۔ ہر موجِ ہوا سے دل میں اضطراب ہوتا ہے۔ جس طرف نظر اٹھتی ہے موت کی مہیب شکل نظر آتی ہے۔ لیکن ان حالات میں بھی حسینؑ ابن علیؑ کے مقدّس دل و دماغ

پر عبادتِ الٰہی کا تصور چھایا ہوا تھا۔ شب عاشور آپ اور
آپ کے ساتھیوں نے عبادتِ الٰہی میں بسر کی بھوک کے
پیاسوں کی تسبیح و تہلیل کی آوازیں رات کی خاموش فضا میں گونج
رہی تھیں۔ کوئی نماز میں مشغول تھا، کوئی ذکرِ الٰہی کر رہا تھا
کوئی استغفار پڑھ رہا تھا۔ کوئی قرآن کی تلاوت میں مصروف
تھا۔ غرض ہر طرف اللہ اللہ تھا۔ ابومخنف نے اپنے مقتل میں
اس کو یوں بیان کیا ہے:-

اَلْحُسَیْنُ وَ اَصْحَابُہٗ بَیْنَ رَاکِعٍ وَسَاجِدٍ وَ
قَائِمٍ وَ قَاعِدٍ وَلَھُمْ دَوِیٌّ کَدَوِیِّ النَّحْلِ۔

یعنی "اس شب کو جناب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب
کی یہ حالت تھی کہ کوئی بحالت نماز رکوع میں تھا، کوئی سجدہ میں
کوئی قیام میں تھا۔ کوئی بیٹھا تھا، یادِ الٰہی میں ان کی آوازیں
ایسی بلند ہو رہی تھیں جیسے شہد کی مکھیوں کی آوازیں ہوتی
ہیں" غرض تمام رات عبادت میں بسر ہوئی۔ جب صبح کے آثار نمودار
ہوئے تو آپ نے اپنے فرزند علی اکبر کو بلایا اور فرمایا کہ اذان
دو۔ تاکہ باجماعت نماز ادا کریں۔ حکم پاتے ہی سعادت مند
بیٹے نے اذان دی۔ پانی میسر نہ تھا اس لئے سب نے تیمّم
کیا۔ اس طرح امام عالی مقام اور آپ کے مقدس گروہ نے
صبح کی نماز ادا کی۔ بھوک پیاس کی شدّت سے نڈھال ہونے

اور رات کی بیداری سے سست ہونے کے بجائے نمازیوں کے چہرے زیادہ بشاش نظر آرہے تھے۔ ان کے ذوقِ عبادت میں ایک خاص کیف تھا جو عام حالات میں نہیں ہوتا۔ ان کی پیشانیوں سے نور چمک رہا تھا۔ اس کے بعد ایک اور نماز با جماعت ہوئی۔ جو اپنی نوعیت کی پہلی اور آخری نماز تھی نماز صبح کے بعد عالی مقامؑ کے اصحاب ایک ایک کر کے رخصت ہونے لگے۔ جنگ پورے شباب پر ہے۔ جو شہید ہوتا ہے امام عالی مقام اس کو اٹھا کر خیمہ کے سامنے رکھتے ہیں۔ شہیدوں کی لاشوں کے اٹھانے کا سلسلہ جاری تھا کہ نمازِ ظہر کا وقت آگیا۔ ابوثمامہ رضی اللہ عنہ آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتے ہیں اور عرض کرتے ہیں، مولیٰ! یہ تو ٹھیک نمازِ ظہر کا وقت ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ ہم آخری نماز جماعت آپ کے ساتھ پڑھ لیتے۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابو ثمامہ تم نے ٹھیک وقت پر نماز کو یاد دلایا۔ خدا تمہیں نماز گذاروں میں محشور کرے۔ بے شک یہ ظہر کا اوّل وقت ہے۔ پھر آپ نے ابن سعد سے فرمایا کہ تو تو اسلام کے تمام قوانین بھول گیا کیا تو اتنی دیر بھی نہیں ٹھہر سکتا کہ ہم بھی نماز پڑھ لیں۔ اور تم بھی نماز پڑھ لو۔ پھر جنگ کریں گے۔ ابنِ سعد پر آپ کی نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس وقت نہ اسلام کا کوئی

قانون یاد آیا۔نہ خوفِ خدا دامنگیر ہوا۔ بلکہ دشمن ظلم وستم کرتے رہے۔ ابنِ سعد نے سنگدلی کا پورا پورا مظاہرہ کیا۔ عین اس وقت جب کہ زہر آلود تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ امام عالی مقامؑ نے نماز کا عزم فرمایا۔ وضو کے بجائے سب نے مٹی پہ تیمم کیا پھر نماز کے لئے صف آراستہ ہوئی۔ دنیا کے طول و عرض میں یہ نماز خطرناک حالات اور ہیبت ناک مصائب کے سبب نرالی اور انوکھی بلکہ معجزانہ عبادت تھی جس کی نظیر صفحۂ ہستی پر نہیں ملتی۔ یہ نماز ان مسلمانوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے جو عام ضروریات میں معمولی بہانہ لے کر یا سستی اور کاہلی کے سبب نمازیں قضا کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے نمونۂ عمل ہے۔ جو عبادتِ الٰہی کا شوق رکھتے ہیں۔ تیروں کی بارش میں امامؑ عالی مقام کا نماز پڑھنا وہ معجزانہ روایت ہے جس پر اسلام بہت فخر کرتا رہے گا۔

اس میں شک نہیں کہ اس نماز سے قبل ہزاروں نمازیں پڑھی گئیں۔ مساجد اور معابد میں بے انتہا عبادتیں کی گئیں۔ آباد اور ویرانوں میں لاکھوں مرتبہ ذکرِ الٰہی ہوئے۔ پہاڑوں کے پُرسکون دامنوں میں نہ معلوم کتنے عابد و زاہد سجدے کرتے ہوئے گزر گئے۔ اسی طرح قیامت تک عبادت ہوتی رہے گی لیکن حسینؑ ابن علیؑ کی نماز ان خصوصی حالات کے لحاظ سے جو کربلا کے میدان میں پیش

آئے۔ دنیا کی پُر خلوص عبادتوں میں اپنا خاص اور بلند مقام رکھتی ہے
یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ جس نے ایسے فرزند پیدا کئے
جو تیروں کی موسلا دھار بارش اور نیزوں کے واروں میں نمازیں
ادا کرتے رہے۔ عبادتِ الٰہی کے شوق کے ساتھ قربانی کا جذبہ بھی
کار فرما تھا۔ چناں چہ نماز سے قبل جب امام حسین علیہ السلام
نے دیکھا کہ تیر برابر آرہے ہیں تو آپ نے اصحاب رضی اللہ عنہم
سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دو آدمی صف سے باہر آکر کھڑے
ہو جائیں۔ تاکہ نمازیوں کی طرف آنے والے تیروں کو اپنے سینہ
پر لیں۔ حکم پاتے ہی دو صحابی باہر نکلے۔ ایک کا نام زہیر ابن قین
رضی اللہ عنہ اور دوسرے کا نام سعید ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
تھا۔ یہ دونوں ایثار و وفا کے مجسمے اور محبتِ الٰہی کے متوالے
سپر بنکر آگے کھڑے ہو گئے۔ تاکہ آخری نماز جماعت کی حفاظت
کے لئے قربانی پیش کریں۔ ان نماز گزاروں پہ اسلام کو جتنا ناز ہو
بجا اور درست ہے۔ جنہیں رضائے الٰہی کے حصول کے لئے
جانیں دینے میں خوشی ہو رہی ہے۔ غرض امام عالی مقام نے
عالمِ اضطراب و انتشار میں انتہائی اطمینان و سکونِ قلب کے
ساتھ نماز ادا کی۔ ادہر نماز ختم ہوئی ادھر سعید ابن عبد اللہ زخموں
سے چُور ہو کر زمین پر گرے اور یہ الفاظ ادا کئے:-
"اے اللہ اپنے نبیؐ کی خدمت میں میرا سلام پہنچا اور

جو مصیبت پہنچی ہے اس کی اطلاع کر۔ میرا مقصد یہ تھا کہ
تیرے نبیؐ کی اولاد کی امداد کروں"

غرض اس طرح نماز ختم ہوئی۔ اس کے بعد اس سے زیادہ قیامت خیز وقت آتا ہے۔ عزیز و انصار ایک ایک کرکے شہید ہو چکے۔ نماز ظہر کے بعد باقی اصحاب نے انتہائی حوصلہ کے ساتھ قربانیاں پیش کیں۔ یہاں تک کہ علی اکبرؑ سے بیٹے اور عباس وفادار سے بھائی کا بھی لاشہ خاک و خون میں غلطاں ہے۔ سامنے شہداء کے لاشے اور پیچھے عورتوں اور بچوں کی گریہ و زاری ایک ایسا لرزہ فگن منظر ہے جہاں ہوش و حواس کا قائم رکھنا ایک غیر معمولی انسان کا کام ہے۔ امام حسین علیہ السلام بے پناہ حوصلہ اور صبر کے مالک تھے کہ آپ نے نہ صرف ہوش و حواس کو قائم رکھا بلکہ اس خونی منظر میں عبادت و رضائے الہٰی کا دامن نہ چھوڑا۔ ہاتھوں پر چھ مہینہ کا بچہ حرملہ کے تیر ستم کا نشانہ بن کر دم توڑ رہا ہے۔ اور آپ سجدۂ شکر کر رہے ہیں۔ امام عالی مقام کمر شکستہ ہیں۔ آنکھوں کی بصارت کمزور ہو چکی ہے۔ اب کوئی باقی نہیں ہے جو آپ کی آواز پر لبیک کہے۔ صرف ایک بیمار بیٹا باقی ہے۔ جس پر غش طاری ہے۔ آپ کمر ہمت باندھ کر جہاد کو نکلے۔ لیکن حوصلہ جوان تھا۔ دشمنوں پر جوابی حملہ کیا۔ کہ یکدم جنگ کا نقشہ بدل دیا۔ بہادروں کے قدم اکھڑ گئے۔ آگے بڑھنے والے پلٹنے لگے۔ دریا کے روکنے والے بھاگ گئے۔ سینوں میں دم اکھڑنے لگا

فوجیں حیران تھیں۔ آکھتر لاشے اٹھانے والا انسان اس بھوک و پیاس میں کس شان سے جہاد کر رہا ہے۔ جیسا کہ شاعر کا شعر ہے ؎

یوں تو بہت لڑا وہ شہنشاہِ کربلا
پر تین حملے وہ کیئے میداں لرز گیا

بالآخر آپ کے احساس کا رُخ بدلا۔ پھر عبادت کی فکر ہوئی ذوالفقار ہاتھ میں لرزنے لگی۔ دشمنوں نے موقع پا کر چاروں طرف سے حملہ کیا۔ تیر اور تلواروں کے واروں نے جسم اقدس کا خون بہا دیا۔ امام عالی مقامؑ زخموں سے چُور چُور ہو کر گھوڑے سے گرے۔ سر زخمی، چہرہ زخمی، بازو زخمی، غرض جسم کا ایک ایک عضو زخمی ہے۔ زخمی ہاتھوں سے آنکھوں سے خون پونچھا۔ آسمان کی طرف دیکھا۔ نمازِ عصر کا وقت تھا۔ امامؑ نے زخمی ہاتھوں سے تیمم فرمایا۔ اشارہ سے نماز شروع کی۔ جب آپ سجدہ میں گئے تو شہید کر دئے گئے۔ یہ تھا حسینؑ ابن علیؑ کا آخری سجدہ اور یہ تھی حسینؑ ابن علی کی عبادت الٰہی۔ جس پر اسلام کو ناز ہے اور قیامت تک ناز رہے گا۔ اب نہ وہ ظلم کے تیر ہیں نہ زمینِ ستم کی تپش ہے۔ نہ یزید کی حکومت ہے نہ تشدد کا سیلاب ہے۔ مگر حسینؑ ابن علیؑ کے سجدہ کا نشان آج بھی باقی ہے اور باقی رہے گا ✦

مکتبہ امامیہ کا ایک گراں قدر تحقیقی شاہکار

خلافت و امامت

مسئلہ خلافت و امامت پر پینتیس سال قبل ایک ہندو سر نام کی طرف سے ماہنامہ "نگار" لکھنؤ میں ایک مقالہ شائع ہوا تھا جس کی اشاعت نے علمی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ چنانچہ شیعہ اور سنی علمائے کرام نے اس موضوع پر اپنے اپنے نقطہ نظر کی مکمل نمائندگی کرتے ہوئے حرف آخر کی حیثیت سے مقالات تحریر کئے مکتبہ امامیہ نے ان تحریروں کو یکجا کر کے شائع کر دیا ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ اس مسئلہ پر اس سے بہتر کتاب آپ کی نظر سے نہیں گذری ہو گی۔ ضخامت ۴۱۶ صفحات کتابت و طباعت معیاری۔ کاغذ اعلیٰ۔ جلد مضبوط مگرد پوش دیدہ زیب۔ قیمت صرف دس روپے

مکتبہ امامیہ اردو بازار لاہور

(تعلیمی پریس لاہور)

سلسلہ اشاعت امامیہ مشن پاکستان لاہور نمبر ۱۱۳

مسلمانوں کی حقیقی اکثریت

واقعہ کربلا کا ایک خاص پہلو

از

سرکار سید العلماء مولانا الحاج سید علی نقی النقوی دام ظلہ

maablib.org

قیمت [illegible] پیسہ